قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ (آل عمران 74)

روزنامہ

الفضل لندن

مدیر۔ابو سعید

Online Edition

ہفتہ 24 اکتوبر 2020ء | 06 ربیع الاول 1441 ہجری قمری | جلد:2 | شمارہ:252

ارشادِ باری تعالیٰ

هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ

(سورہ البقرہ:188)

وہ تمہارا لباس ہیں اور تم ان کا لباس ہو۔

فرمان خلیفہ وقت

آج کل کے معاشرے میں میاں بیوی کی آپس کی باتیں جو اُن کی ہوتی ہیں وہ لوگ اپنے ماں باپ کو بتا دیتے ہیں اور پھر اس سے بعض دفعہ بدمزگیاں پیدا ہوتی ہیں۔لڑائی جھگڑے پیدا ہوتے ہیں۔ بعض دفعہ ماں باپ کو خود عادت ہوتی ہے کہ بچوں سے کرید کرید کے باتیں پوچھتے ہیں۔ پھر یہی جھگڑوں کا باعث بنتی ہیں۔ اس لئے آپؐ نے فرمایا:میاں بیوی کی یہ باتیں کسی بھی قسم کی باتیں ہوں نہ ان کا حق بنتا ہے کہ دوسروں کو بتائیں اور نہ دوسروں کو پوچھنی چاہئیں اور سنّنی چاہئیں۔ اگر اس نصیحت پر عمل کرنے والے ہوں تو بہت سارے جھگڑے میرے خیال میں خود بخود ختم ہو جائیں۔ پھر آپؐ ہمیں نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس شخص کو امانت لوٹا دے جس نے تم پر اعتماد کر کے تمہارے پاس امانت رکھی اور اس شخص سے بھی خیانت نہ کر جو تجھ سے خیانت کرتا ہے۔

(سنن الترمذی – ابواب البیوع- باب ما جاء فی النھی للمسلم)

یہ صرف نصیحت ہی نہیں بلکہ جیسا کہ ہم پہلے دیکھ آئے ہیں آپؐ نے کس طرح امانتیں لوٹانے کا حق ادا کیا۔

پھر ہمیں تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا، حضرت ابوہریرہؓ اس کی روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ منافق کی تین علامتیں ہیں۔ جب گفتگو کرتا ہے تو کذب بیانی سے کام لیتا ہے، جھوٹ سے کام لیتا ہے۔ جب اس پر اعتماد کیا جاتا ہے تو وہ خیانت کرتا ہے۔ اور جب وعدہ کرتا ہے تو وعدہ خلافی کرتا ہے۔

(بخاری- کتاب الشھادات- باب من امر بانجاز الوعد)

تو یہ بہت خوف کا مقام ہے۔ اللہ ہر احمدی کو ایسی حالت سے محفوظ رکھے۔ اور ہر ایک کو ہمیشہ سچوں، ایمانداروں اور عہدوں کی پابندی کرنے والوں میں شامل رکھے۔

ایک اور روایت میں آتا ہے حضرت انس بن مالکؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں خطاب کرتے ہوئے ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ لَا اِیْمَانَ لِمَنْ لَّا اَمَانَۃَ لَہٗ وَلَا دِیْنَ لِمَنْ لَّا عَھْدَ لَہٗ یعنی جو شخص امانت کا لحاظ نہیں رکھتا اس کا ایمان کوئی ایمان نہیں اور جو عہد کی پابندی نہیں کرتا، اس کا پاس نہیں کرتا اس کا کوئی دین نہیں۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 3 صفحہ 135 مطبوعہ بیروت)

(خطبہ جمعہ 15/ جولائی 2005ء)

اس شمارہ میں

- نالۂ خاموش (منظوم)
- پرُورش اور تربیت کے معنوں میں لطیف فرق اور تربیت اولاد کے قرینے
- دین کی خاطر ہجرت
- بچوں کی تعلیم اور والدین کی ذمہ داریاں

فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ۔ رضى الله عنه۔ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ ’’آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلاَثٌ إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَإِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ، وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ‘‘

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، منافق کی تین نشانیاں ہیں۔ جب بات کہی تو جھوٹ کہی، امانت دی گئی تو اس نے اس میں خیانت کی اور وعدہ کیا تو اسے پورا نہیں کیا۔

(بخاری-کتاب الشھادات-باب من امر بانجاز الوعد)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

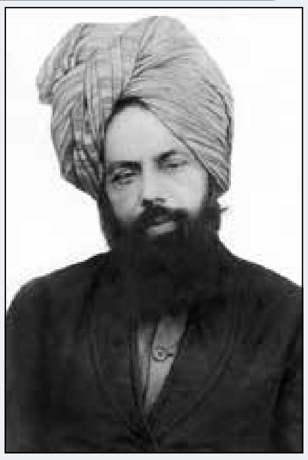

خَیْرُکُمْ خَیْرُکُمْ لِاَھْلِہٖ

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے ایک صحابی کو نصیحت کا ایک خط لکھتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

’’باعث تکلیف دہی ہے کہ مَیں نے بعض آپ کے سچے دوستوں کی زبانی جو درحقیقت آپ سے تعلق اخلاص اور محبت اور حسن ظن رکھتے ہیں سنا ہے کہ امور معاشرت میں جو بیویوں اور اہل خانہ سے کرنی چاہئے کسی قدر آپ شدّت رکھتے ہیں۔یعنی غیظ وغضب کے استعمال میں بعض اوقات اعتدال کا اندازہ ملحوظ نہیں رہتا۔ میں نے اس شکایت کو تعجب کی نظر سے نہیں دیکھا کیونکہ اول تو بیان کرنے والے آپ کی تمام صفات حمیدہ کے قائل اور دلی محبت آپ سے رکھتے ہیں۔ اور دوسری چونکہ مردوں کو عورتوں پر ایک گونہ حکومت قسّام ازلی نے دے رکھی ہے اور ذرّہ ذرّہ سی باتوں میں تادیب کی نیت سے یا غیرت کے تقاضا سے وہ اپنی حکومت کو استعمال کرنا چاہتے ہیں۔ مگر چونکہ خدا تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کے ساتھ معاشرت کے بارے میں نہایت حلم اور برداشت کی تاکید کی ہے۔ اس لئے میں نے ضروری سمجھا کہ آپ جیسے رشید اور سعید کو اس تاکید سے کسی قدر اطلاع کروں۔ اللہ جلشانہ فرماتا ہے عَاشِرُوْھُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ یعنی اپنی بیویوں سے تم ایسے معاشرت کرو جس میں کوئی امر خلاف اخلاق معروفہ کے نہ ہو اور کوئی وحشیانہ حالت نہ ہو۔ بلکہ ان کو اس مسافر خانہ میں اپنا ایک دلی رفیق سمجھو اور احسان کے ساتھ معاشرت کرو۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں خَیْرُکُمْ خَیْرُکُمْ لِاَھْلِہٖ یعنی تم میں سے بہتر وہ انسان ہے جو بیوی سے نیکی سے پیش آوے اور حسن معاشرت کے لئے اس قدر تاکید ہے کہ میں اس خط میں لکھ نہیں سکتا۔عزیز من، انسان کی بیوی ایک مسکین اور ضعیف ہے جس کو خدا نے اس کے حوالے کر دیا۔ اور وہ دیکھتا ہے کہ ہر یک انسان اس سے کیا معاملہ کرتا ہے۔ نرمی برتنی چاہئے اور ہر یک وقت دل میں یہ خیال کرنا چاہئے کہ میری بیوی ایک مہمان عزیز ہے جس کو خدا تعالیٰ نے میرے سپرد کیا ہے اور وہ دیکھ رہا ہے کہ میں کیونکر شرائط مہمانداری بجالاتا ہوں۔ اور میں ایک خدا کا بندہ ہوں اور یہ بھی ایک خدا کی بندی ہے مجھے اس پر کون سی زیادتی ہے۔ خونخوار انسان نہیں بنا چاہئے۔ بیویوں پر رحم کرنا چاہئے۔ اور ان کو دین سکھلانا چاہئے۔ اور درحقیقت میرا یہی عقیدہ ہے کہ انسان کے اخلاق کے امتحان کا پہلا موقعہ اس کی بیوی ہے۔ میں جب کبھی اتفاقاً ایک ذرا درشتی اپنی بیوی سے کروں تو میرا بدن کانپ جاتا ہے کہ ایک شخص کو خدا نے صدہا کوس سے میرے حوالہ کیا ہے شاید معصیت ہو گی کہ مجھ سے ایسا ہوا۔ تب مَیں ان کو کہتا ہوں کہ تم اپنی نماز میں میرے لئے دعا کرو کہ اگر یہ امر خلاف مرضی حق تعالیٰ ہے تو مجھے معاف فرماویں۔ اور میں بہت ڈرتا ہوں کہ ہم کسی ظالمانہ حرکت میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ سو مَیں امید رکھتا ہوں کہ آپ بھی ایسا ہی کریں گے۔ ہمارے سید و مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس قدر اپنی بیویوں سے حلم کرتے تھے۔ زیادہ کیا لکھوں۔ والسلام‘‘۔

(الحکم جلد 9 نمبر 13 مورخہ 17/اپریل 1905ء صفحہ 6)

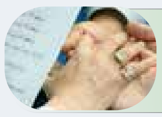

دربارِ خلافت

درود شریف کی برکت، حکمت، تعداد اور پڑھنے کے طریقے

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

پھر آپؑ اپنے ایک مکتوب میں جو میر عباس علی شاہ صاحب کو لکھا تھا، جو بعد میں بہرحال پھر گئے تھے۔ فرماتے ہیں:

’’آپ درود شریف کے پڑھنے میں بہت ہی متوجہ رہیں اور جیسا کوئی اپنے پیارے کیلئے فی الحقیقت برکت چاہتا ہے ایسے ہی ذوق اور اخلاص سے نبی کریم کے لئے برکت چاہیں اور بہت ہی تضرّع سے چاہیں اور اُس تضرّع اور دعا میں کچھ بناوٹ نہ ہو بلکہ چاہئے کہ حضرت نبی کریم سے سچی دوستی اور محبت ہو اور فی الحقیقت روح کی سچائی سے وہ برکتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مانگی جائیں کہ جو درود شریف میں مذکور ہیں۔ ...... اور ذاتی محبت کی یہ نشانی ہے کہ انسان کبھی نہ تھکے اور نہ کبھی ملول ہو اور نہ اغراضِ نفسانی کا دخل ہو اور محض اسی غرض کے لئے پڑھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر خداوند کریم کے برکات ظاہر ہوں۔‘‘ (مکتوبات احمد۔ جلد اول صفحہ 535-534)

پھر ایک مجلس میں آپؑ نے فرمایا:

’’درود شریف کے طفیل ...میں دیکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے فیوض عجیب نوری شکل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جاتے ہیں اور پھر وہاں جاکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سینے میں جذب ہوجاتے ہیں اور وہاں سے نکل کر ان کی لاانتہاء نالیاں ہوجاتی ہیں اور بقدر حصہ رسدی ہر حقدار کو پہنچتی ہیں۔ یقیناً کوئی فیض بدُوں وساطت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دوسروں تک پہنچ ہی نہیں سکتا۔ درود شریف کیا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اُس عرش کو حرکت دینا ہے جس سے یہ نور کی نالیاں نکلتی ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کا فیض اور فضل حاصل کرنا چاہتا ہے اُس کو لازم ہے کہ وہ کثرت سے درود شریف پڑھا کرے تا کہ اس فیض میں حرکت پیدا ہو۔‘‘ (الحکم۔ جلد 7 نمبر 8 مورخہ 28/فروری 1903ء صفحہ 7)

پھر اپنے ایک خط میں تعداد کے بارے میں کہ کتنی تعداد میں پڑھا جائے یا تعداد ہونی چاہئے کہ نہیں، فرماتے ہیں بعض دفعہ تعداد بتائی بھی ہے لیکن اس میں بتایا کہ:

’’درود شریف وہی بہتر ہے کہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے نکلا ہے۔ اور وہ یہ ہے‘‘۔ (ایک تو یہ کہ درود شریف کونسا بہتر ہے اور پھر کتنا پڑھا جائے۔ فرمایا وہی بہتر ہے کہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے نکلا ہے اور وہ یہ ہے۔ کہ) اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ.....‘‘۔

فرمایا ’’سب اقسام درود شریف سے یہی درود شریف زیادہ مبارک ہے۔ یہی اس عاجز کا وِرد ہے اور کسی تعداد کی پابندی ضرور نہیں۔ اخلاص اور محبت اور حضور اور تضرع سے پڑھنا چاہئے اور اُس وقت تک ضرور پڑھتے رہیں کہ جب تک ایک حالت رقّت اور بیخودی اور تاثّر کی پیدا ہوجائے اور سینہ میں انشراح اور ذوق پایا جائے۔‘‘ (مکتوبات احمد۔ جلد اول صفحہ 526)

پھر اس بات کو بیان فرماتے ہوئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے کے حکم میں کیا حکمت ہے آپ فرماتے ہیں کہ:

’’اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی دوسرے کی دعا کی حاجت نہیں لیکن اس میں ایک نہایت عمیق بھید ہے‘‘۔ (بڑا گہرا راز ہے) ’’جو شخص ذاتی محبت سے کسی کے لئے رحمت اور برکت چاہتا ہے وہ بباعث علاقہ ذاتی محبت کے اُس شخص کے وجود کی ایک جز ہو جاتا ہے‘‘ (یعنی جب کسی سے ذاتی محبت ہو اور ذاتی محبت کی وجہ سے رحمت اور برکت چاہے تو اُس کا ایک حصہ بن جاتا ہے) ’’اور چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر فیضان حضرتِ احدیّت کے بے انتہا ہیں اس لئے درود بھیجنے والوں کو کہ جو ذاتی محبت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے برکت چاہتے ہیں بے انتہا برکتوں سے بقدر اپنے جوش کے حصہ ملتا ہے۔ مگر بغیر روحانی جوش اور ذاتی محبت کے یہ فیضان بہت ہی کم ظاہر ہوتا ہے۔‘‘ (مکتوبات احمد۔ جلد اول صفحہ 535-534)

یہ تو درود شریف پڑھنے کے طریقے ہیں۔ اب میں تھوڑے سے عربی کے بعض وہ اشعار پڑھتا ہوں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تحریر فرمائے۔ جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اور مقام اور قوتِ قدسی اور آپ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی محبت اور اُس محبت کے باوجود قوم کا بقیہ صفحہ 8 پر

نالۂ خاموش

اے نالۂ خاموش خدا تجھ کو جزا دے
افلاک سے بڑھ کر عرشِ معلّیٰ کو ہلا دے
اے چشمِ ستم دیدہ وہ طوفان بپا کر
جو دیدۂ سفاک کو بھی خون رُلا دے
اے دل تو لہو بن کے مری آنکھ سے ڈھل جا
چمکا ہوا رنگ رخِ آفاق اُڑا دے
اے خونِ جگر سینے میں کھول اور اُبل جا
اک جوشِ جنوں خیز رگ و پے میں رچا دے
اے عقلِ رسا اور ترا اب نہیں کچھ کام
دیوانوں کی فہرست میں اک نام بڑھا دے
گزرا ہے جو نظروں سے وہ بھولی نہیں نظریں
گزری ہے جو دل پر اسے دل کیسے بھلا دے
خود میرے محافظ نے ہی چھینی مری دولت
یہ طرفہ ستم کیوں نہ مری جان جلا دے
رگ رگ میں تپِ غم سے لہو کھول رہا ہے
منہ تکتے ہیں حسرت سے میرے دل کے ارادے
مخلوق نے انصاف کی توقیر گھٹا دی
اللہ مرا حوصلۂ ضبط بڑھا دے
صد حیف کہ کمزور کو بے وجہ زبردست
اک تختۂ مشقِ ستم و جور بنا دے
کیا جرم ہے کیا میں نے بگاڑا ہے کسی کا
کچھ میری خطا بھی تو کوئی مجھ کو بتا دے
اک میں ہی تو دیوانۂ آئینِ وفا تھا
اللہ مجھی کو وہ غمِ ہوش رُبا دے
آتے ہی مرا نام بدل جاتی ہے تیوری
اب کیا کہوں اللہ ان آنکھوں کو حیا دے
حق کا تو زبردست گلا گھونٹ چکا ہے
کمزور کو برداشت کی توفیق خدا دے
پاکیزگیٔ نفس ہے اک نعمتِ عظمیٰ
لیکن یہ اسی کے لئے ہے جس کو خدا دے
کل تھا تو میں وہ تھا جو ہے مشہور۔ مگر آج
جو چاہے وہ اس کا لبِ الزام بنا دے
تقصیر بھی کچھ ہے کہ نہیں اس سے غرض کیا
شائق جو سزا دینے کا ہو کیوں نہ سزا دے
یونہی سہی میں فاتحۂ خیر تو پڑھ دوں
انصاف کو گاڑا ہے کہاں کوئی بتا دے
خالی نہیں جاتیں کبھی مظلوم کی آہیں
کوئی یہ اُس انصاف کے پتلے کو بتا دے
یوسف تو اسیری میں بھی یوسف ہی رہے گا
لیکن اسے کیا کہیے جو یوسف کو سزا دے
ہے بہرِ سزا جرم کا اثبات بھی لازم
الزام تو جس پر بھی جو چاہے وہ لگا دے
اے وہ کہ نظر بندیٔ یوسف سے ہے شاداں
دنیا کو ذرا دامنِ یوسف بھی دکھا دے
رہتا ہے عیاں ہو کے ہی فرق حق و ناحق
گر کوئی اُسے کتنے ہی پردوں میں چھپا دے
اللہ رہے پاکیزگیٔ دامنِ یوسف
شرمندہ زلیخا ہو عزیز آنکھ جھکا دے
اے دل یہ تری نظم تو احباب نے سن لی
اک نظم اسی دھن میں خدا کو بھی سنا دے
جو دیکھنے والے ہیں وہ یہ دیکھ لیں مختار
تو نظم پڑھے داد تجھے تیرا خدا دے

(حیات حضرت مختار صفحہ 287-286)

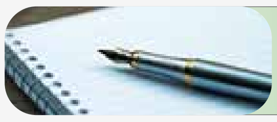

اداریہ

پرورش اور تربیت کے معنوں میں لطیف فرق اور تربیت اولاد کے قرینے

(قسط دوم۔ آخری)

تربیت اولاد اس قدر توجہ طلب امر ہے کہ لحہ بہ لحہ نیک صالح اولاد کے حصول کی طرف نہ صرف ترغیب دلائی گئی ہے بلکہ اس کے حصول کے طریق اور ذرائع بھی واضح طور پر بیان کر دیئے۔ مجھے ایک بزرگ نے بتایا کہ میں اپنے گھر کی دیواروں پر بچوں کی تصاویر نمائش کی غرض سے نہیں لگاتا بلکہ اس لئے لگاتا ہوں کہ ان کو دیکھ کر اول تو اُس اللہ کا شکر ادا کرتا رہوں جس نے یہ عظیم نعمت عطا فرمائی اور دوم ان بچوں کے نیک، صالح، دیندار، خادم دین اور باعزت باروزگار ہونے کے لئے دعاؤں کا موقع ملتا ہے۔

اوپر بین السطور میں تو اُن دعاؤں کا ذکر ہوا ہے جو اولاد کے حصول کے لئے یا اس کے طلب کرنے کے لیے ہیں۔ مگر جب بیوی باامید ہو جائے تو ہماری بزرگ خواتین نہ صرف وہ تمام عرصہ دُعاؤں میں گزارتیں بلکہ پیدائش کے بعد دودھ پلاتے وقت روحانیت کی بھی Dose ساتھ کے ساتھ دیتی رہتیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے قرآن سے محبت اپنی ماں کے پیٹ کے دوران سے ہی حاصل کی ہے۔ کیونکہ آپ کی والدہ دوران حمل بکثرت قرآن کریم کی تلاوت کیا کرتی تھیں۔ میں نے اسی مضمون کو اپنی ایک کتاب میں بہت کھول کر بیان کیا ہے۔ ڈاکٹرز، حکماء اور بزرگ خواتین باامید بچیوں کو خوبصورت نظارے اور سینریز (sceneries) کو دیکھنے اور ان دنوں دودھ اور ایسی غذائیں کھانے کی ترغیب دلاتی ہیں جن سے ہونے والی اولاد خوبصورت اور صحت مند پیدا ہو۔

اگر دینوی طور پر ایسا کرنا عورت کے پیٹ میں موجود اولاد پر اثر پذیر ہوتا ہے تو دوران حمل نیکیاں بجا لانے، نمازیں پڑھنے، تسبیح وتحمید کرنے، درود پڑھنے اور دُعاؤں کا پیٹ میں موجود اولاد پر اثر کیوں نہیں ہو گا۔ ہوتا ہے اور ضرور ہوتا ہے۔ ہماری بزرگ مائیں بچوں کو دودھ پلاتے وقت تسبیح وتحمید، تلاوت قرآن، درود اور دعائیں بکثرت کیا کرتی تھیں تا مادی خوراک کے ساتھ روحانی خوراک سے بھی بچہ مالا مال ہو۔

پھر بچہ جب چلنے پھرنے، باتیں کرنے کے قابل ہوتا ہے تو تب بھی بچے کی تربیت کی طرف خیال رہنا چاہیے۔ ہمارے معاشرے میں بالعموم جوائنٹ فیملی سسٹم (مشترکہ خاندانی نظام) رائج ہے جس میں خاندان کے تمام افراد ایک ہی جگہ پر رہتے ہیں اور بچے کو مختلف اینگل (Angle) سے جائز و ناجائز پیار بھی مل رہا ہوتا ہے۔ جو بچے کی تربیت پر اثر انداز ہوتا ہے۔ بچہ خود بھی ان فیملی ممبرز سے باتیں اخذ کرنے کے قابل ہو چکا ہوتا ہے۔ اس مشترکہ خاندانی نظام میں ممکن ہے کہ بہن بھائیوں میں سے کسی کے بچے کی تعلیم اور تربیت میں فرق رہ گیا ہو جو دوسرے بچے پر اثر ڈالتا ہے یا بچہ اس بچے سے اثر لے رہا ہوتا ہے۔ اس ناطے سے بھی بچے کی نگرانی کرنے کی ضرورت ہوتی ہے نہ صرف نگرانی بلکہ تمام شیطانی حملوں سے بچاؤ کے لیے دعائیں کرنے کی ضرورت بھی رہتی ہے۔

خاکسار کو چونکہ پاکستان میں بڑے شہروں میں خدمت کی توفیق ملی ہے جہاں زمینوں کی خرید وفروخت اور رئیل (Real) اسٹیٹ کا کاروبار بہت زیادہ ہوتا ہے۔ ایک دفعہ خاکسار ایک احمدی دوست کے پاس بیٹھا تھا جو رئیل اسٹیٹ کا کاروبار کرتے تھے۔ میری موجودگی میں ایک متوسط طبقہ کے احمدی دوست مکان بنانے کے لئے زمین خریدنے کے لیے تشریف لائے اور 5 مرلہ کا پلاٹ کسی اچھی Location میں دکھلانے کو کہا۔ مالک رئیل اسٹیٹ نے مشورہ دیتے ہوئے اس احمدی سے درخواست کی کہ میرا مشورہ ہے کہ 5 مرلہ کی بجائے کڑوا گھونٹ کر کے کم از کم 10 مرلہ کا پلاٹ خرید لیں جو آپ کے لئے اور آپ کی اولاد کے مستقبل کے لیے اچھا ہو گا۔ اس احمدی دوست نے اس کی وجہ پوچھی تو کہنے لگے کہ 5-5 مرلہ کے علاقے میں نچلے طبقہ کے لوگ ہوتے ہیں جن کی اولادیں زیادہ تربیت یافتہ نہیں ہوتیں۔ لازماً آپ کے بچے وہاں ان بچوں کے ساتھ میل جول رکھیں گے۔ کھیلیں گے اور ان کی عادات کو Adopt کریں گے۔ یوں آپ بچوں کی اس طرح تربیت نہ کر پائیں گے جس طرح اسلام چاہتا ہے۔ 10 مرلہ اور ایک کنال والے حصہ میں ذرا اچھے اور اعلیٰ طبقہ کے لوگ ہوتے ہیں۔ جن کے بچوں کے ساتھ میل جول زیادہ تر بُرے اثرات نہیں دکھلاتا۔ یہ توصحبت صالحین سے بھی تعلق رکھتا ہے۔

آنحضور ﷺ نے بچپن میں تعلیم وتربیت کی طرف خصوصی توجہ دینے کی ترغیب دلائی ہے۔ اگر گھروں میں ماں باپ نمازی ہیں تو توتلی زبان رکھنے والا بچہ بھی ٹوپی سر پر پہن کر، جائے نماز کو الٹا سیدھا بچھا کر قبلہ رخ کا خیال کئے بغیر نمازیں پڑھے گا۔ سجدہ اگر نہ بھی کرنا آتا ہو تو الٹا لیٹ جائے گا۔ آنحضور ﷺ کے نواسے تو آپؐ کے کندھوں پر نماز کے دوران سوار ہو جاتے تھے۔ اگر گھرانوں میں قرآن کریم پڑھنے کا رواج ہو تو بچہ عام کتاب کو پکڑ کر اس پر الٹی سیدھی ننھی سی انگلی کو چلائے گا اور ساتھ ساتھ ہونٹ بھی ہلائے گا۔ تو یہ دیکھی اور ان دیکھی تربیت کا نتیجہ ہوتا ہے۔ آنحضور ﷺ نے ایک بچے کو جو کھانے کے درمیان ہاتھ مار رہا تھا فرمایا تھا:

كُلْ بِيَمِينِكَ وَكُلْ مِمَّا يَلِيكَ (صحیح بخاری، کتاب الأطعمة)

اپنے دائیں ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے قریب سے کھاؤ (یعنی برتن میں اپنے سامنے سے کھاؤ)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ فرماتے ہیں:

''اعلیٰ اخلاق کی تربیت ہمیشہ بچپن سے ہی ہوتی ہے اس لئے ہمیں بھی اپنے بچوں کی بچپن سے ہی تربیت کرنی چاہیے اور یہ نہیں کہ ابھی عمر نہیں آئی اس لئے تربیت کی ضرورت نہیں ہے۔ چھوٹی چھوٹی باتیں جو بظاہر چھوٹی لگتی ہیں یہی بڑے ہو کر اعلیٰ اخلاق بنتے ہیں۔''

(خطبات مسرور جلد 2 صفحہ 169)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے جماعت کے تمام افراد کی کامل تعلیم وتربیت کے لیے افراد جماعت کو ذیلی تنظیموں میں تقسیم فرمایا۔ حضرت مرزا بشیر احمد رضی اللہ عنہ نے ایک جگہ تحریر فرمایا ہے کہ بچوں اور ناصرات کی تنظیم تربیت چاہتی ہے۔ جبکہ خدام الاحمدیہ کی تنظیم کو خود اپنی تربیت کی طرف توجہ دینی ہوتی ہے۔ جبکہ انصار اللہ (اور لجنہ) کی تنظیم اپنی تربیت کی طرف توجہ کے ساتھ ساتھ جماعت کے دیگر افراد وخواتین اور دیگر تنظیموں کے ممبران کی تربیت بھی ان کے ذمہ ہے۔ (خلاصہ)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

''ان بچوں کی ایسی تربیت کرو کہ دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا اِدراک انہیں بچپن سے حاصل ہو جائے۔ انصار کو خود بھی یہ بات یاد رکھنی چاہئے اور گھر کی خواتین کو بھی اسے ذہن نشین کرواتے رہنا چاہئے۔''

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''آنحضرت ﷺ نے فرمایا کسی شخص کا اپنی اولاد کی اچھی تربیت کرنا صدقہ دینے سے زیادہ بہتر ہے۔ صدقہ دینا تو بہت اچھا ہے، مگر اولاد کی تربیت سے لامتناہی سلسلہ صدقات کا شروع ہو جاتا ہے۔ اچھی تربیت والی اولاد جو آئندہ کے لئے نیکی کا موجب بنتی ہے وہ صدقہ دیتی ہے اور اس کی اولاد آگے اولاد۔ اور یہ محبت کا سلسلہ نسلاً بعد نسلٍ چلتا ہے۔ پس یہ معنی ہیں کہ ایک صدقہ تم دے دو وہ تو وہیں رُک جائے گا مگر اولاد کی تربیت اچھی کرو گے تو اولاد تمہارے لئے صدقہ جاریہ ثابت ہو گی۔''

اسی طرف توجہ دلاتے ہوئے ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''جو تربیت کا زمانہ ہوتا ہے اس وقت غفلت برتی جاتی ہے اور جب ہاتھ سے نکلنے لگتی ہے تو اس وقت بے بسی کی کیفیت ظاہر کرتے ہیں۔ مومن تو آسائش کے وقت بھی خدا تعالیٰ کی یاد اور اس کی نعمتوں کے شکر سے غافل نہیں ہوتے۔ اس لئے اپنی اولاد کی تربیت کی فکر کریں اور ان پر معاشرے کے غلط رنگ کبھی نہ چڑھنے دیں۔ انہیں تقویٰ کے رنگوں سے مزین کریں۔ انہیں نمازوں کا عادی بنائیں روزانہ قرآن کریم کی تلاوت کرنے کی طرف توجہ دلاتے رہیں۔ ان کی نیکیوں اور دین کی خدمت کی باتیں آپ کے لئے فخر کا باعث ہونی چاہئیں۔ اگر آپ متقی اور دیندار اولاد چھوڑ جائیں تو یہی وہ متاع ہے جو آخرت میں بھی آپ کے کام آئے گی...... اپنی زندگیوں کا جائزہ لیں اور اپنی اصلاح اور اولاد کی نیک تربیت پر دھیان دیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کی توفیق دے...... آمین''

(سالانہ اجتماع انصار اللہ جرمنی 2011ء کے موقع پر حضور انور کا پیغام)

آخر میں آنحضور ﷺ کے قول مبارک کے ساتھ اس آرٹیکل کو ختم کرتا ہوں۔

حضرت رسول کریم ﷺ اعلیٰ تربیت یافتہ نیک اولاد کے بارے میں فرماتے ہیں:

''یقیناً آدمی کا درجہ جنت میں بلند کیا جاتا ہے (اس کی وفات کے بعد)۔ وہ کہتا ہے میرا درجہ کیسے بلند ہو گیا؟ اسے جواب دیا جاتا ہے کہ تیرے لئے تیرے بچے کی دعا کے سبب سے (یعنی تیرے لئے تیری اولاد نے دعا کی) اس وجہ سے تیرا درجہ بلند ہوا۔''

(ابن ماجہ کتاب الادب باب برالوالدین)

مرسلہ: اسفند سلیمان احمد مبلغ سلسلہ الحال ملٹن کینیڈا

دین کی خاطر ہجرت

حی قیوم خدا نے دین کو پھیلانے اور اس کے پیغام کو دنیا کے سامنے رکھنے کے واسطے انبیاء ورمرسلین کو حکم دیا کہ اس کا پیغام پہنچایا جاوے اور اس کے دین کو قائم کیا جاوے۔ جہاں انبیاء کو یہ حکم ہوا دوسری طرف یہ بھی ارشاد فرمایا کہ نبی کا کام پیغام پہنچانا اور اس کو احسن رنگ میں دنیا کے سامنے رکھنا اور اس دین کے ذریعہ لوگوں کی اصلاح کرنا ہے۔

گزشتہ انبیاء کی تاریخ کو دیکھا جاوے تو ہر ایک نے اس پیغام کو پہنچایا اور احسن رنگ میں اس کی تفصیل سمجھائی۔ کبھی کسی نبی کی تاریخ سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ کسی نے دین کو منوانے کی خاطر اس خدا کے پیغام کو زبردستی منوایا ہو۔

جیسے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَ قُلِ الۡحَقُّ مِنۡ رَّبِّکُمۡ ۟ فَمَنۡ شَآءَ فَلۡیُؤۡمِنۡ وَّ مَنۡ شَآءَ فَلۡیَکۡفُرۡ ۙ

اور کہہ دے کہ حق وہی ہے جو تمہارے ربّ کی طرف سے ہو۔ پس جو چاہے وہ ایمان لے آئے اور جو چاہے سو انکار کر دے۔ (الکہف:30)

جہاں یہ حکم انبیاء کو دیا گیا کہ دین کا پیغام پہنچانا فرض ہے منوانا انکا کام نہیں تو کس طرح کسی نبی کے مخالف کو یہ اجازت دی جاسکتی ہے کہ وہ اس پیغام رسانی کو روکے یا کسی بھی قسم کی رکاوٹ اس میں پیدا کرے۔

تاہم انبیاء کی تاریخ اس بات کی طرف راہنمائی کرتی ہے کہ دین کو نہ ہی کبھی زبردستی منوانے کی کوشش کی گئی اور نہ اس بات کو سراہا جاتا ہے کہ کوئی معاند یا مخالف اس دین کے پیغام میں کسی قسم کی روک یا مشکل پیدا کرے۔ ایسے اقدام کا سدباب خدا خود کیا کرتا ہے اور اپنے بندوں کو ان مشکلات سے بچایا کرتا ہے۔

قرآن کریم میں فرمایا:

اِنَّ الَّذِیۡنَ یُحَآدُّوۡنَ اللّٰہَ وَ رَسُوۡلَہٗۤ اُولٰٓئِکَ فِی الۡاَذَلِّیۡنَ

یقیناً وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں یہی انتہائی ذلیل لوگوں میں سے ہیں۔ (المجادلہ:21)

ایسے مخالفین مغلوب ہوا کرتے ہیں اور کسی صورت انکو خدا تعالیٰ کے انبیاء کے مشن پر غلبہ حاصل نہیں ہوتا۔

یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ صرف پیغام رسانی تک ہی نہیں، بلکہ نبی کو خدا کے سچے دین کی پیروی اور اس کے متبعین کو اپنے دین کی پیروی کرنے اور اس پر عمل کرنے پر بھی کسی قسم کی روک نہ ہو اور جس طرح انبیاء کے مخاطبین کو انکار کرنے یا اقرار کرنے کی، اور اپنے ہی دین کی پیروی کی آزادی ہے اس طرح انبیاء اور ان کے متبعین کو بھی آزادی حاصل ہے کہ وہ خدا کے بھیجے ہوئے دین پر قائم رہیں اور عمل کریں۔

مگر اس سے برعکس، انبیاء اور ان کے متبعین کو بے تحاشہ مشکلات کا سامنا رہا جس کی گواہی خدا تعالیٰ خود دیتا ہے۔ فرمایا:

یٰحَسۡرَۃً عَلَی الۡعِبَادِ ۚ مَا یَاۡتِیۡہِمۡ مِّنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا کَانُوۡا بِہٖ یَسۡتَہۡزِءُوۡنَ

وائے حسرت بندوں پر! ان کے پاس کوئی رسول نہیں آتا مگر وہ اس سے ٹھٹھا کرنے لگتے ہیں۔ (یٰسین:31)

سید الانبیاء حضرت محمد ﷺ کی زندگی کی ہمارے سامنے روشن ہے کہ کس طرح رکاوٹوں کے باوجود دین کا پرچار فرماتے رہے، آپ ﷺ اور صحابہ کو بہت تکالیف دی گئیں، آپ ﷺ کا طائف کا سفر، شعب ابی طالب کا محاصرہ، خانہ کعبہ میں معاندین کا نماز پڑھنے سے روکنا، اور آپ ﷺ کے خلاف قتل کی سازشیں اس بات کو ثابت کرتی ہیں کہ دین کے لئے آپ پر مشکلات کا ایک آسمان ٹوٹ پڑا۔ چنانچہ ایک صحابی حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہمیں اجازت دیں کہ ہم ان کو جواب دیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

انی امرت بالعفو فلا تقاتلوا (بخاری)

کہ مجھے حکم عفو کا ہے پس لڑائی کی اجازت نہیں۔

تاہم ایک حد کے بعد حضرت محمد ﷺ کو خدا تعالیٰ نے ہجرت کا حکم فرمایا۔ گو ہجرت دیگر انبیاء نے بھی فرمائی مگر یہاں غرض سنت محمد ﷺ بیان کرنا ہے۔ ہجرت مدینہ دنیا کی تاریخ کا وہ باب ہے جس نے دنیا کے مذاہب کو ایک نیا رخ دیا۔ گو اس سے قبل مسلمانوں نے حبشہ کی طرف بھی ہجرت کی اور ایک عیسائی بادشاہ نجاشی سے پناہ لی مگر آنحضرت ﷺ نے خود حبشہ کی طرف ہجرت نہیں فرمائی۔

احمدیوں پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ یہ دین کا نام لے کر یورپ یا دیگر ممالک میں اسائلم لیتے ہیں۔ آجکل خاص طور پر سوشل میڈیا پر یہ اعتراض پیش کیا جاتا ہے کہ احمدی عیسائی یا یہودیوں کے ملک میں پناہ لیتے ہیں۔ وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ ہجرت تو سنت ہے، جب آنحضرت ﷺ نے مدینہ ہجرت فرمائی تو یہودیوں کی وہاں اکثریت تھی اور اثر ورسوخ تھا۔ مسلمانوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی تو حکمران عیسائی تھا۔ اگر پاکستان کے حالات دیکھے جائیں کہ کس طرح خدا کے نبی، مسیح موعودؑ پر تمسخر کیا جاتا ہے جیسا کہ پہلے بیان ہوا کہ تاریخ میں انبیاء کے ساتھ بھی ہوتا رہا۔ پھر اس مسیحؑ کے متبعین کو ایذا پہنچانا، کفر کے فتوے، قانونی کارروائیاں، اپنی مساجد کو مسجد نہیں کہہ سکتے، اذان پر پابندی وغیرہ، تو یہ سب حالات وہی ہیں جو کم وبیش محمد مصطفیٰ ﷺ اور آپ کے متبعین کے ساتھ گزرے۔ اگر آپ ﷺ کی پیروی میں اور آپ ﷺ کے اصحاب کی پیروی میں احمدی ہجرت کریں تو بھی اعتراضات کا نشانہ بنتے ہیں۔

قرآن کریم میں جہاں تک تعلیم ہے تو حکم ایسے حالات میں ہجرت ہی ہے۔

یٰعِبَادِیَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِنَّ اَرۡضِیۡ وَاسِعَۃٌ فَاِیَّایَ فَاعۡبُدُوۡنِ

اے میرے بندو جو ایمان لائے ہو! میری زمین یقیناً وسیع ہے۔ پس صرف میری ہی عبادت کرو۔ (العنکبوت:58)

اس آیت میں واضح ارشاد فرما دیا کہ خدا کی زمین میں کہیں بھی جاکر اسکی عبادت کی جاسکتی ہے۔ اگر ایک جگہ کسی بھی وجہ سے رکاوٹ ہے تو ایسی جگہ تلاش کی جاوے جہاں سکون اور امن کے ساتھ اسکی عبادت کا حق بجایا جائے۔

بلکہ ایسے لوگ جو ہجرت کرنے کی توفیق پاتے ہیں اور ہجرت نہ کریں تو سختی کے ساتھ انکو ہجرت کا حکم ہے ورنہ خدا تعالیٰ کی پکڑ کے نیچے ہوں گے۔

فرمایا:

اِنَّ الَّذِیۡنَ تَوَفّٰہُمُ الۡمَلٰٓئِکَۃُ ظَالِمِیۡۤ اَنۡفُسِہِمۡ قَالُوۡا فِیۡمَ کُنۡتُمۡ ؕ قَالُوۡا کُنَّا مُسۡتَضۡعَفِیۡنَ فِی الۡاَرۡضِ ؕ قَالُوۡۤا اَلَمۡ تَکُنۡ اَرۡضُ اللّٰہِ وَاسِعَۃً فَتُہَاجِرُوۡا فِیۡہَا ؕ فَاُولٰٓئِکَ مَاۡوٰىہُمۡ جَہَنَّمُ ؕ وَ سَآءَتۡ مَصِیۡرًا

یقیناً وہ لوگ جن کو فرشتے اس حال میں وفات دیتے ہیں کہ وہ اپنے نفسوں پر ظلم کرنے والے ہیں وہ (اُن سے) کہتے ہیں تم کس حال میں رہے؟ وہ (جواباً) کہتے ہیں ہم تو وطن میں بہت کمزور بنا دیئے گئے تھے۔ وہ (فرشتے) کہیں گے کہ کیا اللہ کی زمین وسیع نہیں تھی کہ تم اس میں ہجرت کر جاتے؟ پس یہی لوگ ہیں جن کا ٹھکانا جہنّم ہے اور وہ بہت بُرا ٹھکانا ہے۔ (النساء:98)

موت کے بعد اگر کمزوری کا بہانہ پیش کیا جاوے گا کہ ہمیں عبادت اور خدا کے سچے دین کو قبول کرنے سے روکا گیا ہے تو فرشتے کہیں گے کہ ہجرت کیوں نہ کی، جیسا پہلے آیت میں بیان ہوا یہاں بھی وہی بیان ہوا ہے کہ خدا کی زمین وسیع ہے۔ ہاں ایسے لوگ جو معذور ہوں اور ہجرت کرنے کی طاقت نہ رکھتے ہیں وہ مستثنیٰ ہیں، اگلی ہی آیت میں فرمایا:

اِلَّا الۡمُسۡتَضۡعَفِیۡنَ مِنَ الرِّجَالِ وَ النِّسَآءِ وَ الۡوِلۡدَانِ لَا یَسۡتَطِیۡعُوۡنَ حِیۡلَۃً وَّ لَا یَہۡتَدُوۡنَ سَبِیۡلًا

سوائے اُن مردوں اور عورتوں اور بچوں کے جنہیں کمزور بنا دیا گیا تھا۔ جن کو کوئی حیلہ میسر نہیں تھا اور نہ ہی وہ (نکلنے کی) کوئی راہ پاتے تھے۔ (النساء:99)

پس احمدیوں کی ہجرت اسی تعلیم کے مطابق ہے جو قرآن کریم اور محمد مصطفیٰ ﷺ کی زندگی سے ملتی ہے۔

لمحہ فکریہ تو ایسے مخالفین کے لئے ہے کہ آیا وہ مسلمان کہلا کر محمد مصطفیٰ ﷺ کی تعلیم پر عمل کر رہے ہیں یا ایسے لوگوں کی پیروی کر رہے ہیں جنہوں نے ہمارے پیارے نبی محمد مصطفیٰ ﷺ کو دکھ دیئے اور آپ کے اصحاب کو تکالیف پہنچائیں۔

☆...☆...☆

مرسلہ: مکرم وحید احمد جنجوعہ صاحب

بچوں کی تعلیم اور والدین کی ذمہ داریاں

سب والدین کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ ان کے بچے تعلیم کے میدان کے شاہسوار بنیں۔ اپنی اس خواہش کو پورا کرنے کے لئے وہ بچوں کو اکثر اپنی ہمت سے زیادہ وسائل بھی فراہم کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ بچے کے لئے ایک بہتر سکول تلاش کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور موجودہ رواج کے زیر اثر وہ اپنی اولاد کے لئے کوئی نہ کوئی ٹیوٹر بھی تلاش کرتے ہیں۔ ان کی ان کوششوں کے باوجود یہ بات سامنے آتی ہے کہ بہت سے بچوں کا رجحان تعلیم کی طرف بہت ہی کم نظر آتا ہے۔ والدین کی کوششوں میں شامل ان کا خلوص کیوں رنگ نہیں لاتا میرے خیال میں اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ شاید انکی کوششوں کی سمت درست نہیں ہوتی۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر طلباء کے والدین دل سے اس بات کے خواہش مند ہیں کہ ان کے بچے تعلیم میں واقعی نمایاں کامیابی حاصل کریں تو ان کا سب سے پہلا یہ قدم ہونا چاہیے کہ وہ ممکن حد تک بچے کے تعلیمی معاملات میں عملی طور پر دلچسپی کا اظہار کریں اور یہ ہرگز نہ سوچیں کہ صرف بچے کے اساتذہ یا ٹیوٹر ہی کلی طور پر ان کی تعلیم کے ذمہ دار ہیں۔ ان کو اس معاملہ میں اپنی ذمہ داریوں کو بھی بخوبی سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ والدین کے دل میں یہ احساس رہنا چاہیے اور ان کو ہر وقت یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ بچے کی تعلیمی کامیابیوں کے لئے اس کے اساتذہ کرام کی کوششوں کے ساتھ ساتھ ان کی اپنی عملی شمولیت بھی ازحد ضروری ہے۔

اس سلسلہ میں سب سے پہلا کام تو یہ کیا جائے کہ بچے کے سکول اور اس کے اساتذہ کے ساتھ ایک مسلسل رابطہ قائم رکھا جائے تا کہ وہ اس بات سے آگاہ ہو سکیں کہ کمرہ تدریس میں ان کے بچے کا عمومی رویہ کیا ہوتا ہے۔ اگر ان کو یہ خبر ملتی ہے کہ بچہ پڑھائی کی طرف خاطر خواہ توجہ نہیں دے رہا اور اپنے تعلیمی کاموں میں اس کی دلچسپی کم ہے تو سب سے پہلے والدین دوستانہ روّیہ اپناتے ہوئے گفت و شنید کے ذریعہ اس کی وجہ جاننے کی کوشش کریں تا کہ اسکی راہنمائی کے لئے راستہ متعیّن کرنے میں آسانی ہو اور کو یہ بھی علم ہو کہ کس پہلو پر محنت کرنے کی زیادہ ضرورت ہے۔ اگر بچے کے مسئلہ کا تعلق گھر کے ساتھ محسوس ہو تو والدین گھر میں ہی اس کا خاطر خواہ حل تلاش کریں اور اگر انہیں یہ اندازہ ہو کہ مسئلے کا تعلق سکول سے ہے تو وقت لے کر بچے کے استاد سے اس معاملہ پر تفصیلاً بات کی جائے۔

والدین کو چاہیے کہ جب ان کا بچہ سکول سے واپس آئے تو روزانہ بچے کی کتابیں اور کاپیاں چیک کریں اور اگر کسی کاپی پر استاد کی جانب سے کوئی ہدایت درج ہو تو اس پر عمل کروایا جائے۔ جس حد تک ممکن ہو بچے کا ہوم ورک والدین یا تعلیم یافتہ بڑے بہن بھائی خود کروائیں یا کم از کم اپنے سامنے کروائیں اسطرح بچہ یقیناً پڑھائی میں زیادہ دلچسپی لے گا اور زیادہ توجہ سے ہوم ورک کرے گا جس کے یقیناً مثبت نتائج سامنے آئیں گے۔ اگر ٹیوٹر کا انتظام ہے تو بھی اس کام کی ذمہ داری اس پر مت ڈالیں۔ ہوم ورک کا بنیادی مقصد یہ ہوتا ہے کہ بچہ سکول میں پڑھائے گئے اسباق کی اچھی طرح سے دہرائی کر لے بچے میں زیادہ سے زیادہ خود اعتمادی پیدا کرنے کی کوشش کریں اور ہوم ورک اسے خود کرنے کی ترغیب دیں۔

بچوں کی بہتر تعلیم کی خواہش کے حصول میں سب سے اہم اورضروری چیز والدین اوراساتذہ کے درمیان باہمی روابط ہیں۔ اس سے اساتذہ کرام کو یہ فائدہ ہوتا ہے کہ ان کو اپنے شاگرد کے بارے میں اس کے والدین سے بعض ایسی معلومات ملتی ہیں جن سے بچے کی تدریس میں خاطرخواہ اورمثبت مدد ملتی ہے۔ یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ اساتذہ ہمیشہ ان والدین کو خوش آمدید کہتے ہیں جو اپنے بچوں کی تعلیم کے معاملات میں مثبت رویہ کے ساتھ بھرپور دلچسپی لیتے ہیں کیونکہ یہ بات ہر استاد جانتا ہے کہ وہ اکیلا کچھ نہیں کرسکتا۔ والدین کے تعاون سے ہی صحیح معنوں میں بچے کی زندگی اور تعلیم کو بہتر بنایا جا سکتا ہے۔ والدین بھی جب اساتذہ سے ملنے جائیں تو بہتر ہوگا اگر وہ بچے کے بارے میں کچھ باتیں اور کچھ سوالات لکھ کر اپنے ساتھ لے جائیں تا کہ وہ استاد کے قیمتی وقت کے ضیاع کا باعث نہ بنیں اور صرف بامقصد بات ہو۔ اگر استاد بچے کی بہتری اور اصلاح کو مدّنظر رکھتے ہوئے والدین کو کچھ قیمتی مشورے دے تو ان کو نوٹ کر لیا جائے اور ملاقات کے بعد ان مشوروں پر زیادہ سے زیادہ عمل کرنے کی کوشش کی جائے۔ اگر والدین بچے کو زیادہ سے زیادہ اس کے استاد کی مرضی سے چلائیں گے تو پھر یقیناً استاد بھی خوش ہو کر بچے پر اپنی خصوصی توجہ ضرور نچھاور کرے گا۔

اگر آپ محسوس کر رہے ہیں اور آپ کو نظر بھی آرہا ہے کہ آپ کا بچہ روز بروز پڑھائی میں کمزور ہوتا چلا جارہا ہے تو پھر آپ کا اس کے اساتذہ سے فوری طور پر ملنا نہایت ہی ضروری ہو جاتا ہے تا کہ بچے کے اس تعلیمی انحطاط کی وجہ بننے والے مسئلے کے سدباب کے لئے مشترکہ کوششیں کی جاسکیں۔ استاد کو والدین کی طرف سے یہ یقین دہانی بھی ملنی چاہیے کہ وہ اپنے شاگرد کے اس مسئلے کے حل کے لئے اکیلا نہیں ہے اور وہ جب چاہے ان کو ملاقات اور مدد کے لئے بلا سکتا ہے۔ ویسے ٹیچر کو ہر روز اپنے محسوسات بچے کی ڈائری پر لکھ دینے چاہیئں اور والدین اپنے بچوں کو پابند کریں کہ ڈائری پر لکھا ہوا استاد کا ہر پیغام وہ فوراً آپ کو پہنچائیں۔

والدین کو یہ بھی چاہیے کہ وہ اس بات کے انتظار میں نہ رہیں کہ کب بچےّ کے استاد کا پیغام ملتا ہے تا کہ وہ جا کر اس کو مل سکیں بلکہ جب بھی مہینے میں ایک دوبار فرصت ہو اور موقع ملے تو سکول جا کر استاد کو مل لیا جائے تا کہ یہ بھی علم ہو سکے کہ استاد کا پیغام آپ تک پہنچانے میں آپ کے بچے نے کوئی کوتاہی تو نہیں کی۔ یہ بات آپ کے ذہن میں رہے کہ استاد سے ملاقات آپکی ڈیوٹی نہیں اور نہ ہی یہ کوئی پابندی ہے بلکہ یہ آپ کی طرف سے آپ کے بچے کے بہتر اور روشن مستقبل کی راہیں متعین کرنے کے لئے ایک اہم قدم ہے۔ استاد اپنے ہر شاگرد کا خیرخواہ ہوتا ہے اس لئے یہ یقینی بات ہے کہ ایسی ملاقاتوں میں آپ کے بچے کے اساتذہ بچے کی پڑھائی اور اخلاقی بلندی کے حصول کے لئے کچھ بہتر اور مفید مشورے آپ کے سامنے رکھیں۔

اگر آپ کسی بھی وقت بچے کے بیان کردہ حالات اور اس کے اساتذہ کرام سے ملاقات کے بعد یہ بات محسوس کریں کہ آپ کے بچے کے ساتھ کوئی ٹیچر کچھ امتیازی سلوک روا رکھے ہوئے ہے اور اس کا رویہ خاص طور پر آپ کے بچے کے ساتھ بہتر نہیں تو آپ کے لئے ضروری ہے کہ متعلقہ ٹیچر کے ساتھ اس مسئلہ پر تفصیل سے بات چیت کریں اور مسئلے کو اچھے طریقے سے حل کرنے کی کوشش کریں اور اگر آپکو نظر آئے کہ اس طرح سے مسئلہ حل نہیں ہو رہا تو پھر لازم ہے کہ اس سلسلہ میں محترم پرنسپل صاحب سے مدد حاصل کریں۔

میری ان ساری گزارشات کا مقصد صرف اور صرف طلباء کے والدین کو یہ باور کروانا ہے کہ انکے بچے کی تعلیم کی تمام تر ذمہ داری سکول اور اساتذہ کے سر ہی نہیں ہے بلکہ بچے کی پڑھائی اور تربیت کے سلسلہ میں ان کی ذمہ داریاں شاید اساتذہ کرام سے بھی زیادہ ہیں اسلئے ان کو چاہیے کہ وہ اس اہم کام کو صرف سکول ٹیچر پر ہرگز نہ چھوڑیں بلکہ ان کے ساتھ بچے کے بہتر مستقبل کی خاطر اپنی معاونت کو بھی یقینی بنائیں۔

☆...☆...☆

مرسلہ: باسل احمد بشارت (مربی سلسلہ)

خاوند کی فضیلت پر روایت کی تخریج و تحقیق

سوشل میڈیا پر خاوند کی فضیلت کے حوالہ سے ایک روایت وائرل ہے جس میں یہ بیان کیا جارہا ہے کہ بیوی پر اس کے خاوند کا اتنا حق ہے کہ اگر خاوند کے جسم پر پھوڑا نکل آئے اور بیوی اس کی پیپ چاٹ چاٹ کر بھی صاف کرے تو بھی اس کا حق ادا نہ ہو گا۔

کتب حدیث سے جب اس بارہ میں تخریج کی تو اس مفہوم کی تین بنیادی روایات سامنے آئیں۔جن میں سے ایک روایت حضرت ابوہریرہؓ سے،دوسری روایت حضرت ابوسعید خدریؓ اور تیسری حضرت انسؓ سے مروی ہے۔جنہیں مختلف واسطوں سے امام احمد نے اپنی مسند میں ،امام حاکم نے اپنی مستدرک میں،امام بیھقی نے سنن الکبریٰ میں،علامہ ابن حبان نے اپنی صحیح میں،علامہ بزار نے اپنی مسند میں ،علامہ ابوبکر ابن ابی شیبۃ نے اپنی تصنیف میں،علامہ سیوطی نے جامع الاحادیث و صحیح الجامع الصغیر وغیرہ میں نقل کیا ہے۔

پہلی روایت کا اصل عربی متن یہ ہے:

1۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حَمْشَاذَ الْعَدْلُ، ثنا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُغِيرَةِ السُّكَّرِيُّ بِهَمْدَانَ، ثنا الْقَاسِمُ بْنُ الْحَكَمِ الْعُرَنِيُّ، ثنا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْيَمَامِيُّ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: جَاءَتِ امْرَأَةٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَنَا فُلَانَةُ بِنْتُ فُلَانٍ، قَالَ: «قَدْ عَرَفْتُكِ فَمَا حَاجَتُكِ؟» قَالَتْ: حَاجَتِي إِلَى ابْنِ عَمِّي فُلَانٍ الْعَابِدِ، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «قَدْ عَرَفْتُهُ» قَالَتْ: يَخْطُبُنِي، فَأَخْبِرْنِي مَا حَقُّ الزَّوْجِ عَلَى الزَّوْجَةِ فَإِنْ كَانَ شَيْئًا أُطِيقُهُ، تَزَوَّجْتُهُ، وَإِنْ لَمْ أُطِقْ لَا أَتَزَوَّجُ، قَالَ: ”مِنْ حَقِّ الزَّوْجِ عَلَى الزَّوْجَةِ: أَنْ لَوْ سَالَتْ مَنْخِرَاهُ دَمًا وَقَيْحًا، وَصَدِيدًا فَلَحَسَتْهُ بِلِسَانِهَا مَا أَدَّتْ حَقَّهُ، لَوْ كَانَ يَنْبَغِي لِبَشَرٍ أَنْ يَسْجُدَ لِبَشَرٍ، لَأَمَرْتُ الْمَرْأَةَ أَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا إِذَا دَخَلَ عَلَيْهَا، لِمَا فَضَّلَهُ اللَّهُ عَلَيْهَا “ قَالَتْ: وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَا أَتَزَوَّجُ مَا بَقِيتُ فِي الدُّنْيَا «هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ، وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ»

(المستدرک علی الصحیحین للحاکم جزء2 صفحہ 206)

ترجمہ: علی بن حمشاذ العدل نے ہم سے بیان کیا کہ محمد بن مغیرہ السکری سے قاسم بن حکم العرنی نے اور ان سے سلیمان بن داوٗد الیمامی نے اور سلیمان نے یحی بن ابی کثیر سے اور یحی نے ابوسلمہ سے بیان کیا کہ حضرت ابوہریرۃؓ نے فرمایا کہ ایک عورت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اپنا تعارف کروایا۔آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے تمہیں پہچان لیا ہے۔تم کس کام سے آئی ہو؟ اس عورت نے کہا: میں اپنے عبادت گزار چچا کے بیٹے کے سلسلہ میں بات کرنے آئی ہوں۔آپ ﷺ نے فرمایا: میں اس کو جانتا ہوں۔اس خاتون نے کہا: مجھے اس نے پیغام نکاح بھیجا ہے۔آپؐ مجھے بتایئے کہ بیوی پر شوہر کے کیا حقوق ہیں؟ کیونکہ اگر میرے اندر ان کی استطاعت ہوئی تو میں شادی کروں ورنہ رہنے دوں۔آپ ﷺ نے فرمایا: شوہر کے بیوی پر حقوق میں سے یہ بھی ہے کہ اگر اس کی رگوں سے خون بہہ رہا ہو، پیپ اور پانی بہہ رہا ہو اور وہ اپنی زبان کے ساتھ اسے چاٹے تب بھی اس کا حق ادا نہیں ہوسکتا۔اگر کسی انسان کے لیے انسان کو سجدہ کرنا جائز ہوتا تو میں عورت کو حکم دیتا کہ جب اس کا شوہر اس کے پاس آئے تو وہ اس کو سجدہ کرے کیونکہ خود اللہ نے شوہر کو عورت پر فضیلت دی ہے۔(یہ سن کر) وہ عورت بولی: اس ذات کی قسم! جس نے آپ ﷺ کو حق دے کر بھیجا ہے۔میں تمام زندگی شادی نہیں کروں گی۔

علامہ ذہبی (متوفی:748ھ) نے اس روایت کے راوی سلیمان بن داوٗد الیمامی کو ضعیف قرار دیا ہے۔چنانچہ لکھا ہے:

”سليمان بن داود اليمامي: عن يحيى بن أبي كثير، ضعفوه.“(دیوان الضعفاء للذھبی صفحہ 171)

علامہ ابن ملقن (متوفی:804ھ) نے اس روایت کو نہ صرف منکر قرار دیا ہے بلکہ اس روایت کے ایک راوی سلیمان بن داوٗد الیمامی کو ضعیف اور دوسرے راوی قاسم کے صدق میں کلام بیان کیا ہے۔

(مختصر استدراک الحافظ الذھبی علی مستدرک ابی عبد اللہ الحاکم جزء2 صفحہ 653)

سلیمان کے بارہ میں علامہ ابن ابی حاتم اپنی کتاب الجرح والتعدیل میں لکھتے ہیں:

”هو ضعيف الحديث، منكر الحديث، ما أعلم له حديثا صحيحا.“

(الجرح والتعدیل لابن اَبی حاتم جزء4 صفحہ 111)

سلیمان بن داوٗد یمامی ضعیف و منکر الحدیث ہیں اور ان سے مروی کسی صحیح حدیث کے بارہ میں علم نہیں۔

پھر اس روایت کے آخر میں ہے کہ اس لڑکی نے یہ سب سن کر کہا: ”(یہ سن کر) وہ عورت بولی: اس ذات کی قسم! جس نے آپ ﷺ کو حق دے کر بھیجا ہے۔میں تمام زندگی شادی نہیں کروں گی۔“

یہ فقرہ ہی اس روایت کی نکارت کی سب سے بڑی دلیل ہے کیونکہ یہ سن کر اس خاتون نے تاحیات شادی سے ہی انکار کردیا۔کیونکہ اسلام میں رہبانیت کا کوئی تصور نہیں۔سورۃ الحدید آیت 28 میں رہبانیت کو ایک بدعت قرار دیا گیا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے بھی فرمایا کہ لَا رَهْبَانِيَّةَ فِي الإِسْلَامِ (شرح السنة للبغوی جزء 2 صفحہ 371 نیز آپ ﷺ نے بغیر شادی کے تجرد کی زندگی گزارنے سے منع فرمایا اور نکاح کی تحریض دلاتے ہوئے فرمایا کہ ”نکاح میری سنت ہے اور جس نے میری سنت سے اعراض کیا اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں ہے“۔ (سنن ابن ماجه ابواب النكاح بَابُ مَا جَاءَ فِي فَضْلِ النِّكَاحِ)

اور یہی انبیاء کی سنت ہے: وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ أَزْوَاجًا وَذُرِّيَّةً (الرعد 39) پس قرآن کریم اور سنت رسول اللہ ﷺ سے تو نکاح شادی کا حکم ثابت ہے اور اس روایت میں خاوند کے ایسے حق کو سننے کے بعد اس خاتون نے تاحیات شادی نہ کرنے کا فیصلہ سنادیا۔

2۔دوسری روایت یہ ہے:

أَخْبَرَنَا الْحَسَنُ بْنُ يَعْقُوبَ الْعَدْلُ، ثنا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ الْفَرَّاءُ، أَنْبَأَ جَعْفَرُ بْنُ عَوْنٍ، ثنا رَبِيعَةُ بْنُ عُثْمَانَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ، عَنْ نَهَارٍ الْعَبْدِيِّ، وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِابْنَةٍ لَهُ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، هَذِهِ ابْنَتِي قَدْ أَبَتْ أَنْ تَزَوَّجَ. فَقَالَ لَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَطِيعِي أَبَاكِ» فَقَالَتْ: وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَا أَتَزَوَّجُ حَتَّى تُخْبِرَنِي مَا حَقُّ الزَّوْجِ عَلَى زَوْجَتِهِ؟ قَالَ: ”حَقُّ الزَّوْجِ عَلَى زَوْجَتِهِ: أَنْ لَوْ كَانَتْ بِهِ قَرْحَةٌ فَلَحَسَتْهَا مَا أَدَّتْ حَقَّهُ (المستدرک علی الصحیحین للحاکم جزء2 صفحہ 205)

ترجمہ: حسن بن یعقوب العدل نے ہم سے بیان کیا کہ محمد بن وہان فراء نے ہمیں بتایا جعفر بن عون نے ربیعہ بن عثمان سے،انہوں نے محمد بن یحی بن حبان سے،یحی نے ابوسعید خدری کے ساتھیوں میں سے نھار عبدی سے روایت کی کہ حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص اپنی بیٹی کو لے کر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! یہ میری بیٹی ہے اور یہ شادی کرنے سے انکار کر رہی ہے۔آپ ﷺ نے اس لڑکی سے فرمایا: اپنے باپ کی بات مانو۔اس لڑکی نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے۔میں شادی بعد میں کروں گی پہلے آپؐ مجھے بتایئے کہ بیوی پر شوہر کے کیا حقوق ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: شوہر کا بیوی پر حق یہ ہے کہ اگر شوہر کے جسم پر زخم ہوں اور عورت اس کو زبان کے ساتھ چاٹے تب بھی اس کا حق ادا نہیں ہوسکتا۔

علامہ ابن ملقن نے اس روایت کو بھی منکر قرار دیا ہے۔علامہ ابو حاتم کے نزدیک اس روایت کا ایک راوی ربیعۃ بن عثمان منکر الحدیث ہے۔ (مختصر استدراک الحافظ الذھبی علی مستدرک ابی عبد اللہ الحاکم جزء2 صفحہ 651)

3۔تیسری روایت حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ، حَدَّثَنَا خَلَفُ بْنُ خَلِيفَةَ، عَنْ حَفْصٍ، عَنْ عَمِّهِ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ۔۔۔فَقَالَ: لَا يَصْلُحُ لِبَشَرٍ أَنْ يَسْجُدَ

لِبَشَرٍ، وَلَوْ صَلَحَ لِبَشَرٍ أَنْ يَسْجُدَ لِبَشَرٍ، لَأَمَرْتُ الْمَرْأَةَ أَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا، مِنْ عِظَمِ حَقِّهِ عَلَيْهَا، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، لَوْ كَانَ مِنْ قَدَمِهِ إِلَى مَفْرِقِ رَأْسِهِ قُرْحَةٌ تَنْبَجِسُ بِالْقَيْحِ وَالصَّدِيدِ، ثُمَّ اسْتَقْبَلَتْهُ تَلْحَسُهُ مَا أَدَّتْ حَقَّهُ

(مسند احمد جزء 20 صفحہ 64-65)

ترجمہ: حسین نے ہم سے بیان کیا کہ خلف بن خلیفہ حفص سے اور وہ اپنے چچا انس بن مالک سے روایت کرتے ہیں کہ۔۔۔۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: انسان کے لیے کسی بھی انسان کو سجدہ کرنا درست نہیں، اور اگر انسان کو کسی انسان کے سامنے سجدہ کرنا صحیح ہوتا تو میں عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرتی اس لیے کہ اس کا عورت پر بہت عظیم حق ہے، اور اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر اس کے پاؤں سے لیکر اس کے سر تک زخم پیپ سے بھرے ہوں اور پیپ رس رہی ہو تو وہ بیوی اس کے پاس آئے اور اسے چاٹ لے پھر بھی اس کا حق ادا نہیں کیا۔

اس روایت کے بارہ میں مسند احمد کی روایات پر تحقیق کرنے والے محقق علامہ شعیب ارناؤط لکھتے ہیں کہ

"صحیح لغیرہ دون قولہ: "والذی نفسی بیدہ لو کان من قدمہ ... الخ"، وھذا الحرف تفرد بہ حسین المرّوذی عن خلف بن خلیفۃ، وخلف کان قد اختلط قبل موتہ." (مسند احمد جزء 20 صفحہ 64-65 حاشیہ)

یعنی باقی روایت تو ٹھیک ہے لیکن اس کا فقرہ جس میں زخم، پیپ وغیرہ چاٹنے کا ذکر ہے یہ محل نظر ہے۔ اور ان حروف کو خلف بن خلیفہ سے روایت کرنے والے حسین المروزی منفرد راوی ہیں۔

پس یہ روایات اکثر علمائے فن حدیث کے نزدیک ضعیف منکر ہیں اور ان کے راوی بھی ضعیف اور منکر الحدیث ہیں۔ اسی طرح ان روایات کی ثقاہت میں تحفظات ہیں۔ بعض علماء کا یہ موقف ہے کہ اگر یہ حدیث صحیح بھی ہو تو اس کے صرف یہی معنے ہیں کہ بیوی پر خاوند کا بہت بڑا حق ہے جیسا کہ سنن ابن ماجہ میں ہے کہ عورت جب تک اپنے شوہر کا حق ادا نہ کرے وہ اپنے رب کا حق بھی ادا نہیں کرسکتی۔ (ابن ماجہ کتاب النکاح) پس اس میں خاوند کی اطاعت اور خدمت کرنے کے بارہ میں تاکید مزید اور مبالغہ ہے۔ اس سے ہرگز یہ مطلب نہیں کہ واقعتاً عورت ایسا ناپسندیدہ فعل بجالائے۔

پھر ایسا نقصان دہ عمل تو اسلامی تعلیم کے خلاف ہے۔ قرآن کریم میں ہے:

وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ (البقرة 196)

اور اپنے ہاتھوں (اپنے تئیں) ہلاکت میں نہ ڈالو۔

یہ عمل حفظان صحت کے اصولوں کے خلاف ہے اور اس سے بیماری پھیلنے کا خطرہ ہوسکتا ہے اور اسلام کبھی بھی اپنی جان کو خطرے میں ڈالنے کا حکم نہیں دیتا۔ نیز طبی لحاظ سے بھی یہ بات درست نہیں ہے۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ صفائی و پاکیزگی کو موجب محبت قرار دیتا ہے۔ فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ (البقرة 223)

کہ پاکیزگی اور صفائی اختیار کرنے والوں سے اللہ محبت کرتا ہے۔

اور رسول کریم ﷺ نے اپنی امت کو صفائی کی ترغیب دلاتے ہوئے فرمایا: الطُّهُورُ شَطْرُ الْإِيمَانِ (صحیح مسلم کتاب الطھارۃ باب فضل الوضوء) کہ صفائی نصف ایمان ہے۔ اور یہ عمل تو ناپسندیدہ اور ناپاک ہے جو کہ قرآن و سنت کے برخلاف ہے۔ پس ایسی ضعیف روایت خلاف قرآن ہونے کی وجہ سے ناقابل عمل ہے۔

البتہ اسلام نے میاں بیوی دونوں کے ایک دوسرے پر حقوق بڑے واضح قائم فرمائے ہیں۔ لیکن مردوں کو ایک فضیلت عطا کی ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ہے:

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ وَاللّٰهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ (البقرة 229)

اور اُن (عورتوں) کا دستور کے مطابق (مردوں پر) اتنا ہی حق ہے جتنا (مردوں کا) اُن پر ہے حالانکہ مردوں کو ان پر ایک قسم کی فوقیت بھی ہے اور اللہ کامل غلبہ والا (اور) حکمت والا ہے۔

قرآن کریم میں خاوند پر بیوی کے درج ذیل بنیادی حقوق بیان ہوئے ہیں: حق مہر کی ادائیگی (النساء: 25)، نان ونفقہ (البقرۃ: 234)، مناسب رہائش کا انتظام (الطلاق: 7)، بیویوں کے درمیان عدل و انصاف (النساء: 4)، حسن معاشرت (النساء: 20)، بیوی کو تکلیف نہ پہنچانا (البقرۃ: 234)، تشدد سے تحفظ (البقرۃ: 232)، اعتماد کرنا (التحریم: 6) وغیرہ۔

اسی طرح بیوی پر خاوند کے حقوق بھی قرآن کریم نے بیان فرمائے ہیں جو یہ ہیں:

خاوند کی اطاعت کرنا کیونکہ مرد عورتوں پر نگران ہے (النساء: 35)، خاوند کی عزت اور اس کے مال کی حفاظت کرنا (النساء: 35)، خاوند کی خواہشات کا خیال رکھنا (النساء: 25)، خاوند کی اجازت کے بغیر گھر سے نہ نکلنا (الاحزاب: 34)، خاوند کی خدمت کرنا، خاوند کے عیبوں، کمیوں وغیرہ اور دیگر رازوں کی حفاظت کرنا (البقرۃ: 188)، اولاد کی پرورش و تربیت کرنا (البقرۃ: 234) وغیرہ۔

ہمارے پیارے امام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے مردوں اور عورتوں کو اُن کے فرائض کی طرف نہایت احسن رنگ میں توجہ دلاتے ہوئے فرمایا:

"دیکھیں کتنی وضاحت سے آپ نے فرمایا کہ حقوق کے لحاظ سے دونوں کے حقوق ایک جیسے ہیں۔ اس لئے مرد یہ کہہ کر کہ میں قوّام ہوں اس لئے میرے حقوق بھی زیادہ ہیں، زیادہ حقوق کا حق دار نہیں بن جاتا۔ جس طرح عورت مرد کے تمام فرائض ادا کرنے کی ذمہ دار ہے اسی طرح مرد بھی عورت کے تمام فرائض ادا کرنے کا ذمہ دار ہے"۔

آگے چل کر فرمایا کہ

"ہمارے ہاں یہ محاورہ ہے کہ عورت پاؤں کی جوتی ہے، یہ انتہائی گھٹیا سوچ ہے، غلط محاورہ ہے۔ اس محاورے کا مطلب یہ ہے کہ جب عورت سے دل بھر گیا تو دوسری پسند آگئی اس سے شادی کرلی اسے چھوڑ دیا اور پہلی بیوی کے جذبات و احساسات کا کوئی خیال ہی نہ رکھا گیا تو یہ انتہائی گھٹیا حرکت ہے۔ عورت کوئی بے جان چیز نہیں ہے بلکہ جذبات احساسات رکھنے والی ایک ہستی ہے۔ مردوں کو یہ سمجھایا ہے کہ یہ ایک عرصے تک تمہارے گھر میں سکون کا باعث بنی، تمہارے بچوں کی ماں ہے، ان کی خاطر تکلیفیں برداشت کرتی رہی ہے۔ اب اس کو تم ذلیل سمجھو اور گھٹیا سلوک کرو اور بہانے بنا بنا کر اس کی زندگی اجیرن کرنے کی کوشش کرو تو یہ بالکل ناجائز چیز ہے۔ یا پھر پردہ کے نام پر باہر نکلنے پر ناجائز پابندیاں لگا دو۔ اگر کوئی مسجد میں جماعتی کام کے لئے آتی ہے تو الزام لگا دو کہ تم کہیں اور جا رہی ہو۔ یہ انتہائی گھٹیا حرکتیں ہیں جن سے مردوں کو روکا گیا ہے حالانکہ ہونا تو یہ چاہئے کہ تمہارا عورت سے اس طرح سے سلوک ہو جیسے دو سچے اور حقیقی دوستوں کا ہوتا ہے۔ جس طرح دو حقیقی دوست ایک دوسرے کے لئے قربانیاں کرنے کے لئے تیار ہوتے ہیں اس طرح مرد اور عورت کو تعلق رکھنا چاہئے کیونکہ جس بندھن کے تحت عورت اور مرد آپس میں بندھے ہیں وہ ایک زندگی بھر کا معاہدہ ہے اور معاہدے کی پاسداری بھی اسلام کا بنیادی حکم ہے۔ معاہدوں کو پورا کرنے والے اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ ٹھہرتے ہیں اور کیونکہ یہ ایک ایسا بندھن ہے جس میں ایک دوسرے کے راز دار بھی ہوتے ہیں اس لئے فرمایا کہ مرد کی بہت سی باتوں کی عورت گواہ ہوتی ہے کہ اس میں کیا نیکیاں ہیں، کیا خوبیاں ہیں، کیا برائیاں ہیں۔ اس کے اخلاق کا معیار کیا ہے؟ تو حضرت اقدس مسیح موعودؑ فرمارہے ہیں کہ اگر مرد عورت سے صحیح سلوک نہیں کرتا اور اس کے ساتھ صلح صفائی سے نہیں رہتا، اس کے حقوق ادا نہیں کرتا تو وہ اللہ تعالیٰ کے حقوق کیسے ادا کرے گا، اس کی عبادت کس طرح کرے گا، کس منہ سے اس سے رحم مانگے گا؟ جبکہ وہ خود اپنی بیوی پر ظلم کرنے والا ہے۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: تم میں سے وہی اچھا ہے جو اپنے اہل سے اچھا ہے، اپنی بیوی سے اچھا ہے۔ تو دیکھیں یہ ہے عورت کا تحفظ جو اسلام نے کیا ہے۔ اب کونسا مذہب ہے جو اس طرح عورت کو تحفظ دے رہا ہو۔ اس کے حقوق کا اس طرح خیال رکھتا ہو"۔

(جلسہ سالانہ یوکے خطاب از مستورات فرمودہ 31 جولائی 2004ء۔ مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 24 اپریل 2015ء)

☆...☆...☆

DAILY LONDON
ALFAZL
ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION
Download on the App Store
Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء
درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

آج کی دعا

هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ ۚ قَالَ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۚ اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ

(سورۃ آلِ عمران آیت نمبر 39)

ترجمہ: اس موقع پر زکریا نے اپنے ربّ سے دعا کی اے میرے ربّ! مجھے اپنی جناب سے پاکیزہ ذریّت عطا کر۔ یقیناً تُو بہت دعا سننے والا ہے۔

یہ حضرت زکریاؑ کی پاکیزہ وصالح اولاد کے حصول کی دعا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپؑ کی دعا کو قبولیت بخشی اور آپؑ کو حضرت یحیٰؑ سے نوازا۔

پیارے امام سیدنا حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

ایک جگہ حضرت زکریا علیہ السلام کے ذریعہ دعا سکھائی اور وہ دعا یہ ہے کہ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ (آل عمران:39) اے میرے رب مجھے اپنی جناب سے پاکیزہ ذریّت، اولاد عطا کر۔ یقیناً تُو بہت دعائیں سننے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خود یہ دعا سکھائی کہ میں دعائیں سننے والا ہوں۔ اس لئے تم بھی کہو کہ اے اللہ تُو دعا سننے والا ہے۔ اس لئے ہماری دعائیں قبول کر اور ہمیں پاک اولاد بخش۔

پس جب پاکیزہ اولاد کی خواہش ہو تو اس کے لئے دعا بھی ہونی چاہئے لیکن ساتھ ہی ماں باپ کو بھی ان پاکیزہ خیالات کا اور نیک اعمال کا حامل ہونا چاہئے جو نیکوں اور انبیاء کی صفت ہیں۔ ہر ماں اور باپ کو وہ اختیار کرنے کی ضرورت ہے۔ بعض دفعہ مائیں دینی امور کی طرف توجہ دینے والی ہوتی ہیں، عبادات کرنے والی ہوتی ہیں تو مرد نہیں ہوتے۔ بعض جگہ مرد ہیں تو عورتیں اپنی ذمہ داری پوری نہیں کر رہیں۔ اولاد کے نیک ہونے اور زمانے کے بد اثرات سے بچنے کے لئے ضروری ہے کہ اولاد کی خواہش اور اولاد کی پیدائش سے بھی پہلے مرد و عورت دونوں نیکیوں پر عمل کرنے والے ہوں۔

(خطبہ جمعہ 14 جولائی 2017ء)

(مرسلہ: قدسیہ محمود سردار)

یتیم کی کفالت ایک اہم فرض

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کے وقت سے خدمت خلق کا سلسلہ بھی شروع ہو گیا تھا۔ حضرت میر محمد اسحٰق صاحبؓ یتامیٰ کی پرورش اور خبرگیری کیلئے اس قدر اہتمام فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ یتامیٰ کے کھانے کیلئے ہوسٹل میں آٹا ختم ہو گیا۔ حضرت میر محمد اسحٰق صاحبؓ نے تو فوری طور پر باوجود شدید علالت کے تانگہ منگوایا اور مخیر دوستوں کو تحریک کر کے آٹا کا بندوبست کیا۔

اس کے بعد خلفاء احمدیت کی ہدایات اور راہنمائی میں یہ نظام چلتا رہا حتیٰ کہ مارچ 1989ء میں صد سالہ جوبلی کے مبارک موقع پر حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے باقاعدہ طور پر کفالت یکصد یتامیٰ کے نام سے اس تحریک کا اجراء فرمایا اور فرمایا کہ اس مبارک اور تاریخی موقع پر شکرانہ کے طور پر جماعت احمدیہ ایک سو یتامیٰ کی کفالت کا ذمہ اٹھانے کا عہد کرتی ہے۔

تمام احباب جماعت سے عموماً اور مخیر حضرات مخلصین سے خصوصاً التماس ہے کہ اس مبارک تحریک میں بڑھ چڑھ کر شرکت فرما کر ممنون فرمائیں اور ہمارے پیارے آقا کی اس پیاری حدیث کے مصداق بنیں جس میں آپؐ فرماتے ہیں۔ میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں اس طرح اکٹھے ہوں گے جس طرح دو انگلیاں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس اہم فریضہ کی ادائیگی کی بہترین توفیق دے۔ آمین

بقیہ: دربارِ خلافت ...... از صفحہ 2

بقیہ: دربارِ خلافت ...... از صفحہ 2

آپ سے جو سلوک ہے، اُس کا ذکر فرمایا ہے۔ یہ جتنے بیان میں نے پڑھے ہیں، ان سے سوائے محبت کے اور کچھ بھی نہیں ٹپکتا۔ لیکن اس کے باوجود مسلمانوں کی اکثریت آپ کے خلاف ہے۔ ان شعروں میں آپ نے کچھ یوں ذکر فرمایا۔ فرماتے ہیں:۔

لَا شَكَّ اَنَّ مُحَمَّدًا خَيْرُ الْوَرٰى رِيْقُ الْكِرَامِ وَ نُخْبَةُ الْاَعْيَانِ

کہ بیشک محمد صلی اللہ علیہ وسلم مخلوق میں سب سے بہترین ہیں اور معزّزین میں سے برگزیدہ اور سرداروں میں سے منتخب وجود ہیں۔ فرمایا:

وَاللّٰهِ اِنَّ مُحَمَّدًا كَرِدَافَةٍ وَ بِهِ الْوُصُوْلُ بِسُدَّةِ السُّلْطَانِ

کہ بخدا بیشک محمد صلی اللہ علیہ وسلم (خدا کے) نائب کے طور پر ہیں اور آپ ہی کے وسیلے سے دربارِ شاہی میں رسائی ہو سکتی ہے۔ فرمایا:

اِنِّيْ لَقَدْ اُحْيِيْتُ مِنْ اِحْيَآئِهٖ وَاهًا لِاِعْجَازٍ فَمَا اَحْيَانِيْ

کہ بیشک میں آپ کے زندہ کرنے سے ہی زندہ ہوا ہوں، سبحان اللہ! کیا اعجاز ہے اور مجھے کیا خوب زندہ کیا ہے۔ فرمایا

يَا سَيِّدِيْ قَدْ جِئْتُ بَابَكَ لَاهِفًا وَالْقَوْمُ بِالْاِكْفَارِ قَدْ آذَانِيْ

کہ اے میرے آقا! مَیں آپ کے دروازے پر مظلوم و فریادی بن کر آیا ہوں۔ جبکہ قوم نے مجھے کافر کہہ کر دکھ دیا ہے۔

اُنْظُرْ اِلَيَّ بِرَحْمَةٍ وَّتَحَنُّنٍ يَا سَيِّدِيْ اَنَا اَحْقَرُ الْغِلْمَانِ

تُو مجھ پر رحمت اور شفقت کی نظر کر۔ میرے آقا میں ایک حقیر ترین غلام ہوں

جِسْمِيْ يَطِيْرُ اِلَيْكَ مِنْ شَوْقٍ عَلَا يَا لَيْتَ كَانَتْ قُوَّةُ الطَّيَرَانِ

میرا جسم تو شوقِ غالب سے تیری طرف سے اُڑتا ہے، اے کاش مجھ میں اُڑنے کی طاقت ہوتی۔ (آئینہ کمالاتِ اسلام۔ روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 590 تا 594)

(خطبہ جمعہ یکم فروری 2013ء)

24اکتوبر2020ء

غروب آفتاب	طلوع فجر		
17:49	05:03		مکہ مکرمہ
17:47	05:05	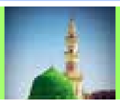	مدینہ منورہ
17:46	05:17	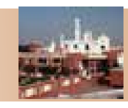	قادیان
17:26	04:57		ربوہ
17:51	06:13		اسلام آباد ٹلفورڈ